اکرام اللہ ساجد

(گذشتہ سے پیوستہ)

ناقدِ صحیح بخاری مولانا امین احسن اصلاحی

کا طریقۂ واردات

صحیح بخاری کے باب ۵۸، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے، اور جس کا حال ہم قارئینِ کرام سے بیان کر چکے ہیں، کے بعد باب ۵۹ کو مولانا اصلاحی صاحب نے معاف فرما دیا ہے ---- باب ۶۰ کے سلسلہ میں رگِ تحقیق دوبارہ پھڑکی ہے، تو مولانا ابتداء ہی میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ آور ہو گئے ہیں ---- اس باب کے الفاظ یوں ہیں :

"متیٰ یصحّ سماع الصّغیر"

اس باب کے تحت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سند ذکر کرنے کے بعد درج ذیل حدیث لائے ہیں :

"عن عبد اللہ بن عبّاس قال اقبلت راکباً علی حمار اتان وانا یومئذ قد ناھزت الاحتلام ورسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یصلّی بمنیً الیٰ غیر جدار فمررت بین یدی بعض الصّفّ فارسلت الاتان ترتع ودخلت فی الصّفّ فلم ینکر ذٰلک علیّ احد ۔"

مولانا اصلاحی صاحب نے بشمول باب اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"کم عمر لڑکے کا سماع کب درست ہوتا ہے؟"

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منٰی میں کھلے میدان میں نماز پڑھا رہے تھے۔ میں صف کے کچھ حصے کے آگے سے گذرا، گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود صف میں داخل ہو گیا۔ کسی نے میرے اس فعل پر نکیر نہ کی!"

اس کے بعد "وضاحت" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب تو یہ باندھا ہے کہ بچے کی روایت کب جائز ہوتی ہے، لیکن اس کے تحت جو روایت نقل کی ہے، وہ بالغ لڑکے کی ہے۔ گویا سوال باقی ہے کہ روایت کرنے کے لئے کیا عمر ہونی چاہئے؟ اس کے جواب میں لوگوں کا بڑا اختلاف ہے ---- الخ!"

قارئین کرام کو یاد ہو گا، ہم نے مولانا اصلاحی صاحب کا طریقۂ واردات مختصر لفظوں میں یہ بیان کیا تھا کہ آنجناب صحیح بخاری کی کسی حدیث کا اپنی طرف سے کوئی الٹا سیدھا مطلب نکال لیتے ہیں، اور پھر اس غلط مطلب کے نشانے پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح بخاری کو رکھ کر رگڑ دیتے ہیں--- یہاں بھی مولانا نے یہی ہاتھ دکھایاہے--- اس اجمال کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے مذکورہ باب اور اس کے تحت دی گئی حدیث کا ترجمہ مولانا وحید الزمان کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"کس عمر کا لڑکا حدیث سن سکتا ہے؟"

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: میں ایک مادیان گدھی پر سوار ہو کر آیا اور ان دنوں میں جوانی کے قریب تھا (لیکن جوان نہیں ہوا تھا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منٰی میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آڑ نہ تھی۔ میں تھوڑی صف کے آگے سے گذر گیا اور مادیان کو چھوڑ دیا، وہ چرتی رہی اور میں صف میں شریک ہو گیا، مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا!"

کسی بھی عبارت کے دو ترجموں کے مابین معمولی اختلافِ الفاظ یا ان کی کمی بیشی لازمی بات ہے' اور یہ دونوں ہی ترجمے درست ہوں گے' بشرطیکہ مفہوم اصل عبارت سے مطابقت رکھتا ہو۔۔۔ لیکن اگر ان میں مکمل طور پر یا ان کے کسی ایک مقام پر واضح تضاد موجود ہو' تو پھر معاملہ یقیناً زیرِ غور ہوجاتا ہے ۔۔۔۔ زیرِ نظر تراجم میں "قدنا هزت الاحتلام" کا ترجمہ مولانا اصلاحی صاحب نے "اور اس وقت میں بالغ ہوچکا تھا" کیا ہے' جب کہ مولانا وحید الزمان کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں کہ: "اور ان دنوں میں جوانی کے قریب تھا!" ۔ انہوں نے اسی پر اکتفاء نہیں کی' بلکہ بریکٹ میں ("لیکن جوان نہیں ہوا تھا") کے وضاحتی الفاظ بھی تحریر کیے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ یوں الفاظ "میں بالغ ہوچکا تھا" اور "میں جوان (یعنی بالغ) نہیں ہوا تھا" واضح طور پر باہم متضاد ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ ان میں سے درست ترجمہ کون سا ہے اور غلط کون سا' یا کیا دونوں غلط ہیں ؟ اس کا فیصلہ لغت کی طرف مراجعت سے ہوگا ۔۔۔ "مصباح اللّغات" مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور کے صفحہ ۹۱۴ پر لکھا ہے :

"ناهزهٗ ' مناهزۃً: قریب ہونا ۔۔ کہا جاتا ہے: ناهزا لخمسین" اس کی عمر پچاس کے قریب ہے۔ "وناهز للفطام" وہ دودھ چھڑانے کے قریب پہنچا!"

پس لغت کی روشنی میں مولانا وحید الزمان کا ترجمہ "میں جوانی کے قریب تھا (لیکن جوان نہیں ہوا تھا)" ۔۔۔۔۔ درست ہے' اور مولانا اصلاحی صاحب کا ترجمہ "اور اس وقت میں بالغ ہوچکا تھا" غلط ہے ۔۔۔۔ اسی غلط مطلب کے نشانے پر رکھ کر مولانا نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کی کوشش یہ لکھ کر کی ہے کہ :

"امام بخاری نے باب تو یہ باندھا ہے کہ بچے کی روایت کب جائز ہوتی ہے' لیکن اس کے تحت جو روایت نقل کی ہے وہ بالغ لڑکے کی ہے!"

قارئینِ کرام غور فرمائیں' کسی بھی ترجمہ شدہ کتاب کے ہر مطالعہ کرنے والے کے پاس لغت کی کتاب تو موجود نہیں ہوتی' نہ ہی ہر قاری ماہر و عالم ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ کی باریکیوں پر توجہ دے سکے ۔۔۔۔ رواروی میں مذکورہ ترجمہ پڑھ لینے اور پھر مولانا کے اخذ کردہ نتیجہ کو دیکھ لینے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ایک قاری کی نگاہوں میں کیا باقی رہ جائے گا اور اس سے صحیح بخاری کی صحت پر اس کا اعتماد کس قدر متزلزل ہوگا' اس کی سنگینی کا اندازہ اصحابِ فکر و نظر ہی کر سکتے ہیں ۔۔۔۔ لہٰذا ہم مولانا اصلاحی صاحب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے ؟ کیا انہیں درست ترجمہ معلوم نہ تھا' یا دیدہ و دانستہ انہوں

نے غلط ترجمہ کیا ہے؟

ان کنت لاتدری فتلک مصیبة
وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

"اگر تو نہیں جانتا تو یہ بھی مصیبت ہے' اور اگر تو جانتا ہے تو مصیبت اس سے بھی بڑی ہے!"

کیونکہ اگر انہیں مذکورہ الفاظ کا ترجمہ معلوم نہیں تو کس برتے پردہ صحیح بخاری پر تنقید کرنے نکلے ہیں ---- اور اگر وہ حقیقتِ حال سے واقف ہیں تو واضح طور پر یہ علمی بددیانتی اور حدیثِ رسول ﷺ کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکا دینے کی شرمناک جسارت ہے ---- یاد رہے کہ مولانا اصلاحی صاحب کی طبعِ نازک پر "روایت بالمعنٰی" بڑی گراں گذرتی ہے' چنانچہ بار بار اپنے رسالہ "تدبر" میں وہ یہ لکھتے ہیں کہ "روایت بالمعنٰی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے" --- "روایت بالمعنٰی کی وجہ سے فلاں مشکل پیش آئی ہے!" ---- اس سلسلہ میں "تدبر" کا ایک مقام ملاحظہ ہو:

> "نبی ﷺ سے روایت کرنے میں اگر یہ مسلّم اصول محدّثین مان لیتے کہ آنحضرت ﷺ کے معاملہ میں روایت بالمعنٰی جائز نہیں' تب ٹھیک ہوتا' لیکن اگر ایسا ہوتا تو بہت تھوڑی روایتیں آپ کو ملتیں۔ اب یہ چیز آپ کے فیصلہ کرنے کی ہے کہ اس تھوڑے صحیح پر قناعت زیادہ بہتر ہوتی یا اس سے زیادہ کے الجھاؤ پر جس کو غور و فکر کے ذریعہ دور کرنے کا امکان ہے۔ اگر پہلی بات ہوتی تو حدیث کے لئے بھی وہی اہتمام کیا جاتا جو قرآن کے لئے ہوا' اور ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ موجودہ صورتحال میں مسئلہ کا حل صرف یہی ہے کہ قرآن کو کسوٹی مان کر روایتوں کو اس پر پرکھا جائے!"

اب قطع نظر اس سے کہ ؎

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

مسلّم اصول مولانا کے نزدیک یہی معلوم ہو رہا ہے کہ روایت بالمعنٰی جائز نہیں۔ چنانچہ اگر یہی بات ہے کہ محدّثین اور رجالِ حدیث کی روایت بالمعنٰی بھی ان کے ہاں بار نہیں پا رہی

تو خود اپنی طرف سے "روایت بلامعنٰی" کو مولانا نے جائز کیوں قرار دے دیا ہے، اور ایسی بات کیوں کہہ دی ہے جو روایت میں موجود ہی نہیں، یعنی : " اور اس وقت میں بالغ ہوچکا تھا؟" ! ـــــ مولانا ! آپ نے یہ صرف اس لئے کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نکو بنا سکیں اور یہ لکھ سکیں کہ :

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب تو یہ باندھا ہے کہ بچے کی روایت کب جائز ہوتی ہے، لیکن اس کے تحت جو روایت نقل کی ہے وہ بالغ لڑکے کی ہے !"

حالانکہ اصل صورتِ حال یہ ہے مولانا ! کہ :

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب بھی یہی باندھا ہے کہ بچے کی روایت کب جائز ہوتی ہے، اور اس کے تحت جو حدیث درج فرمائی ہے وہ بھی نابالغ ہی کی ہے!

آگے چلنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس عبارت پر بھی ایک تنقیدی نگاہ ڈال لی جائے، جو ابھی ہم نے نقل کی ہے ـــــ آپ نے فرمایا ہے کہ :

"اگر یہ مسلّم اصول محدّثین مان لیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں روایت بالمعنٰی جائز نہیں تب ٹھیک ہوتا!"

مولانا ! اصولِ حدیث تو محدّثین نے خود وضع کیے، تو پھر کیا وہی انہیں نہ مانیں گے ؟ ـــــ کہیں دال میں کالا اور یہ اصول آپ کا اپنا وضع کردہ تو نہیں ؟ ـــــ علاوہ ازیں آپ کا بیان کردہ یہ اصول اگر "مسلّم" ہے تو یہ لکھنے کی کیا تک ہے کہ "اگر محدّثین اسے مان لیتے؟" ـــــ مسلّم اصول تو وہی ہوتا ہے جو مان لیا گیا ہو ـــــ اور اگر محدّثین نے اسے مانا ہی نہیں تو یہ مسلّم کیسے ہوگیا؟ ـــــ اپنے الفاظ: "اگر یہ مسلّم اصول محدّثین مان لیتے" پر تھوڑا غور و "تدبر" فرمائیں، بات آپ کی سمجھ میں آجائے گی ـــــ مولانا ! کیا یہ عمر کا تقاضا ہے، یا حق سے ٹکرانے کا نتیجہ ؟ ـــــ حالت تو آپ کی یہ ہوگئی ہے، اور اصول پڑھانے نکلے ہیں آپ محدّثین کو!

اسی طرح اپنی باقی عبارت پر بھی غور فرمائیں، تو اس میں سوائے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تشکیک و اضطراب کے رکھا ہی کیا ہے؟ یعنی اگر روایت بالمعنٰی جائز نہ ہوتی تب ٹھیک ہوتا، لیکن یہ "ٹھیک" اس لئے نہ ہوا کہ اس صورت میں روایتیں تھوڑی ہوتیں ـــــ اب کیا کیا جائے ؟ بجائے اس الجھن کا حل بتانے کے اسکا فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا گیا ہے ـــــ ایک مزید مخمصے میں ڈال کر کہ وہ اس تھوڑے صحیح پر قناعت کریں گے یا اس سے زیادہ کے

الجھاؤ پر ؟ ----- تھوڑے صحیح پر قناعت کے لئے اہتمام موجود نہیں' بلکہ یہ ناممکن بھی ہے ---- اور جو زیادہ ہے اور جسے دور کرنے کا امکان بھی موجود ہے' وہ ویسے ہی الجھاؤ ہے ---- مولانا ! آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ سچی ' ہماری سمجھ میں تو کوئی بات بالکل نہیں آئی ---- کہیں آپ کا مطلب یہ تو نہیں کہ ذخیرہ حدیث میں زیادہ تر الجھاؤ ہی الجھاؤ ہے' اور اس الجھاؤ کو غور و فکر کے ذریعے دور کرنے کے لئے پوری امت میں سے تنہا آپ ہی رہ گئے ہیں ؟ ---- سوال یہ ہے کہ آپ سے پہلے تک کی امت کا کیا بنے گا' جن کے لئے اس الجھاؤ کو دور کرنے والا کوئی نہ تھا؟ ----- اسی لئے تو ہم نے کہا تھا کہ آپ اس دنیا میں بڑی دیر سے تشریف لائے ہیں ---- اور جو بعد میں آئے ہیں' وہ آپ کی بات ویسے ہی سمجھ نہیں پا رہے کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ علاوہ ازیں آپ جھوٹ بھی بولتے ہیں' اور روایت میں جو بات موجود نہیں ' وہ بھی ٹھونس دیتے ہیں ---- گو یہ شکوہ آپ کو ابنِ شہاب سے ہے کہ :

"ابنِ شہاب کا کمال یہ ہے کہ وہ ایک روایت میں دوسری روایت ٹھونس دیتے ہیں!"

ان کا تو روایت میں روایت ٹھونسنا بھی آپ کو گوارا نہیں' اور اپنی طرف سے جھوٹ بھی ٹھونس دیتے ہیں' پھر غلط ترجمہ بھی کرتے ہیں ---- افسوس اس امت کا پرسانِ حال کون ہو گا' جسے قرآنِ مجید میں یہ کہہ کر خبردار کیا گیا ہے کہ :

" وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا " (الاحزاب : ۳۶)

"جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا !"

جب کہ اس وعید سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا تنہا ذریعہ آج حدیثِ رسول ﷺ ہی ہے' لیکن جو آپ کے نزدیک زیادہ تر الجھاؤ پر مبنی ہے !

ہاں لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیں کہ قرآن کے سلسلہ میں وہ کون سا اہتمام ہوا' جو حدیثِ رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں نہیں ہوا ؟ ----- ہمیں تو قرآن بھی اسی ذریعہ سے ملا ہے' جس ذریعہ سے حدیث ملی ---- قرآنِ مجید کے سلسلہ میں بھی حفظ و کتابت و

روایت ہے' اور حدیثِ رسول ﷺ کے سلسلہ میں بھی حفظ و کتابت اور روایت ! ---- ہاں اگر احادیث غلط بھی گھڑ لی گئیں' تو حدیث کی حفاظت کے لئے اہتمام بھی زیادہ ہوا ---- اسانید اور فنِ اسماء الرّجال حدیث ہی کی حفاظت کی خاطر ہیں' قرآنِ مجید کے سلسلہ میں یہ اہتمام نہیں ہوا---- قرآنِ مجید اللہ کی کتاب ہے' اور اس کا علم بھی ہمیں حدیث و روایت کے ذریعہ ہی ہوا ہے ---- اگر حدیث کے سلسلہ میں شکوک و شبہات سامنے آسکتے ہیں' تو آپ کے پاس سوائے ایمان بالغیب کے اور کیا گارنٹی ہے کہ قرآنِ مجید من و عن محفوظ ہے ؟ ---- آپ سمجھ سکتے ہیں ' اس سے ہمارا مقصود قرآنِ مجید کو العیاذ باللہ مشکوک ہتلانا نہیں' بلکہ یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر "میں نہ مانوں" کا فیصلہ ہی کر لیا جائے تو کفارِ قریش نے اسی قرآن کو خود حضورِ اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے سن کر "بناوٹی بات" کہہ دیا تھا' حالانکہ اس وقت اس کا واسطہ و ذریعہ تنہا رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی---- اب جب کہ اس واسطہ و ذریعہ میں اور بھی بے شمار لوگوں کا دخل ہے' تو کسی معترض کا منہ آپ کیسے بند کر سکیں گے جو یہ اعتراض کرے کہ اس میں اپنی طرف سے بھی بہت سی باتیں اسے روایت کرنے والوں نے شامل کردی ہیں ؟ ---- اندریں صورت آپ کو حدیث کی پرکھ و پہچان کا یہ خالصتاً پرویزی اصول کہاں تک کام دے سکے گا کہ :

"مسئلہ کا حل صرف یہی ہے کہ قرآن کو کسوٹی مان کر روایتوں کو اس پر پرکھا جائے !"

مولانا ! سیدھی سی بات ہے کہ قرآنِ مجید کو بلا ریب اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب منوانے اور اس سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرنے کو اس کی ابتداء ہی میں ذکر کردیا گیا ہے :

" ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ الآیۃ !" (البقرۃ : ۲-۳)

"یہ کتاب ' جس میں کچھ شک نہیں' ان متقین کے لئے ہدایت ہے جو غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں !"

چنانچہ اگر قرآنِ مجید کی حقانیت تسلیم کرانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ایمان بالغیب ہے' تو اس ذریعہ کی موجودگی میں حدیثِ رسول اللہ ﷺ کو بھی انشاء اللہ کوئی خطرہ نہیں ----

بالخصوص اس لئے کہ خود قرآنِ مجید فرماتا ہے:

"اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ"

(القیامۃ: ۱۷-۱۹)

"اس قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے' اور پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے!"

دوسری جگہ قرآنِ مجید میں یہ بیان حضورِ اکرم ﷺ کا منصب بتلایا گیا ہے:

"وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ - الآیۃ!"

(النحل: ۴۴)

"اور ہم نے (یہ) ذکر آپ ﷺ کی طرف نازل فرمایا ہے' تاکہ آپ ﷺ اسے لوگوں کے لئے بیان کریں!"

چنانچہ اس بیان یعنی حدیثِ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح لی ہے' جس طرح قرآنِ مجید کے جمع کرنے اور پڑھنے پڑھانے کی! ---- اب اگر آپ کے نزدیک حدیثِ رسول ﷺ میں زیادہ تر الجھاؤ ہے' تو قرآنِ مجید کے بارے آپؐ کا کیا خیال ہے؟ ---- اور اگر قرآنِ مجید محفوظ و مصئون ہے تو ہم نے عرض کیا تاکہ انشاء اللہ حدیثِ رسول ﷺ کو بھی کوئی خطرہ نہیں ---- اندریں صورت یہ کیوں نہ کہا جائے کہ روایت بالمعنیٰ بھی اللہ رب العزت کی منشاء کے عین مطابق ہے؟ ------ ورنہ آپ بتلایئے کہ جن لوگوں نے حضورِ اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا' ایسے تاقیامت آنے والے لوگوں تک آپ ﷺ کے بیان کے صحیح و سلامت پہنچنے کی صورت آپ کے نزدیک کیا ہوگی؟ جب کہ قرآنِ مجید اس بیان کی اطاعت کی جزا جنت بتلاتا ہے' اور اس سے انحراف و روگردانی کی سزا جہنم!

جی ہاں ذرا یہ بھی بتلا دیجئے کہ اگر روایات کو پرکھنے کا واحد معیار و کسوٹی آپ کے نزدیک قرآنِ مجید ہے' تو حدیثِ رسول ﷺ پر آپ نے کون سا احسان فرمایا؟ نیز اس صورت میں اطاعتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول ﷺ کو قرآنِ مجید میں مستقلاً ذکر کرنے کی ضرورت کیوں؟ اور حصولِ ہدایت کے لئے یہ شرط کیونکر پوری ہوگی؟ ---- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا" (النور: ۵۴)

"اور اگر تم آپ ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے!"

علاوہ ازیں نماز کے تمام تر مباحث، و مسائل، اس کی جزئیات، و تفاصیل صرف حدیث میں ہیں، ان پر مشتمل روایات کو پرکھنے کے لئے آپ قرآنِ مجید کی کس سورہ کی کس آیت کا حوالہ دیں گے؟ ---- اسی طرح روزہ، زکوٰۃ اور حج کے وہ مسائل، جو قرآنِ مجید میں بیان نہیں ہوئے، انہیں قرآنِ مجید کی کن آیات کی کسوٹی پر پرکھیں گے؟ --- قرآنی الفاظ "وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا" کے مصداق اپنے پیش رو منکرِ حدیث ادارہ طلوعِ اسلام کو بھی شامل کر لیجئے، اور ان سوالات کے جوابات عنایت فرمائیے، ہم آپ کے شکر گذار ہوں گے؟ ------- اور اگر نہیں تو یہ تسلیم کیجئے کہ جس طرح قرآنِ مجید بحفاظت تمام ہم تک پہنچا، اسی طرح حدیثِ رسول ﷺ بھی محفوظ و مصئون ہے ---- ہاں اگر کوئی کیڑے ہی نکالنے کا فیصلہ کر لے، یا الفاظِ حدیث کا ترجمہ ہی غلط کرنے لگے ---- روایت بالمعنیٰ تو درکنار، روایت بلامعنیٰ اور جھوٹ بھی اس میں ٹھونس دے، اور الزام روایات کو دینے لگے، تو اس میں قصور اس کا یا روایات کا؟ ------ آخر قرآنِ مجید سے بھی تو یہی سلوک ہو رہا ہے، آپ نے یہی سلوک اگر حدیث سے کیا ہے، تو ان اوچھے ہتھکنڈوں سے کتاب و سنت پر کوئی آنچ نہیں آئے گی ---- انشاء اللہ! ------ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ!" (الحجر: ۹)

"یہ ذکر ہمی نے نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں!"

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(جاری ہے)

محمدی پرنٹنگ ایجنسی اینڈ کیسٹ ہاؤس، ۸، اُردو بازار لاہور، فون ۲۲۳۰۴۶۔